

سیدنا حسین ابن علی سلام اللہ علیہم

یَسِّرْ عَلَی الْحُسَيْنِ مَجَارِیَ رَحْمَةِ اللَّهِ عَلَیْهِ

شہید غیرت
مظلوم کربلا
ریحانۃ النبی

جماعت صحابہؓ..... دانائے سب، فخر الرسل، مولائے گل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پروردہ جماعت ہے کہ جن کا حکم، حکم الہی، کلام، کلام الہی اور عمل منہائے ربی ہے۔ مولائے کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین لاکھ سے متجاوز قدسی صفت صحابہؓ کی جماعت گراں مایہ میں فکر و نظر اور شعور و احساس کا وہ نور منتقل کیا کہ جو قیامت تک امت رسول ﷺ کے لئے ہدایت اور حریت کے راستوں کو اجالتار ہے گا۔

نواسہ رسول، جگر گوشہ بتول، نور نظر علی المرتضیٰ، سیدنا حسین سلام اللہ و رضوانہ علیہ بھی اسی جماعت صحابہؓ کے فرد فرید اور کونوئے لالہ ہیں۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ذات والا صفات میں اسوۂ رسالت کا یہی نورانی عکس نمایاں تر ہے۔ آپ کا اسوہ مقام صحابیت کی عملی تفسیر ہے۔ اور اس سے اس ارشاد نبوی کی صداقت پر ایمان قوی ہو جاتا ہے کہ جماعت صحابہؓ کا ہر ہر فرد قیامت تک امت رسول کے لیے ذریعہ ہدایت ہے۔ وہ سب آسمان نبوت کے روشن ستارے ہیں۔ وہ سب مومنین کا ملین ہیں۔ صحابہ کے ایمان کی گواہی خود اللہ نے کلام اللہ میں دی۔ منافقت اور ایمان کی راہیں متضاد اور جدا جدا ہیں۔ بعض لوگ منافقت کا روپ دھار کر صحابہ کی جماعت میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی منافقت واضح کر دی۔ حضور نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان منافقین کا نام لے لے کر انہیں اپنی جماعت سے باہر نکال دیا تھا۔ اس فیصلہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی صحابی رسول کے ایمان میں شک کا اظہار بجائے خود منافقت ہے۔

سیدنا حسینؓ.....! صالح، زاہد، عابد، باکمال، منکسر المزاج، متواضع، شب زندہ دار، تہجد میں اللہ سے گفتگو کرنے والے، اپنے رب کے حضور عجز کا اظہار کر کے طویل سجدے کرنے والے اور قیام طویل میں ایک یا دو پارہ نہیں سورۃ بقرہ ایک رکعت میں پڑھنے والے تھے۔ جنہوں نے بچپن میں نبی کریم علیہ الخیرۃ والتسلیم کے پیار کی بہاروں کو لوٹا ہے۔ آپ کی گود میں کھیلے ہیں اور وہ ریحانۃ النبی ہیں..... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا.....

”یا اللہ! جو حسینؓ سے محبت کرے، میں اس سے محبت کرتا ہوں، جو حسینؓ سے بغض رکھے تو بھی اس سے بغض رکھ۔“

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کی معیت جسدی اور معیت زمانی حاصل ہے۔ آپ براہ راست فیضان رسول حاصل کرنے کے شرف سے مشرف ہیں۔ آپ کا یہ مقام و مرتبہ اور اجلال و اکرام ہی ہماری محبتوں کا مرکز و محور ہے۔

سیدنا حسینؓ کا واقعہ شہادت، منافقین عجم کے سازشی فکر و فلسفہ کا شاخسانہ ہے۔ شہادت حسینؓ سے دین کی روح عمل سمجھ

میں آ جاتی ہے اور غیرت و حمیت اپنے اوج کمال پر نظر آتی ہے۔ سیدنا حسینؑ نے جہاں غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خلعت شہادت زیب تن کی، وہاں انہوں نے منافقین عجم کے اس گروہ خبیث کو بھی ہمیشہ کیلئے رسوا کر دیا جو ان کے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے درپے آزار ہو کر خلافت عثمانی پر مہلک وار کر چکا تھا۔

حادثہ کربلا کے پس منظر میں یہودیوں، سبائیوں اور مجوسیوں کی منافقانہ سازشیں کارفرما تھیں۔ خیر کی شکست، جزیرۃ العرب سے انخلاء اور اپنے اقتدار کے پکنا چور ہونے کے بعد یہودیوں نے امت مسلمہ میں انتشار و افتراق کی گہری سازشیں شروع کر دی تھیں اور وہ اسلامی حکومت کے استحکام اور تیزی سے بڑھتی ہوئی فتوحات سے خوفزدہ ہو کر انتقام پر آئے تھے۔ ادھر عجمی مجوسیوں کو اقتدار کسریٰ کے لمبا میٹ ہو جانے کے کبھی نہ مندمل ہونے والے زخم چاٹنے کی مصروفیت تھی، انہی دونوں عاصروں کی جیسی نسبی یہودی مسٹر عبداللہ ابن سباؓ جیسا شر دماغ سازشی میسر آیا جس نے شہید مظلوم سیدنا حسینؑ کی شہادت تک مرکزی کردار ادا کیا۔

60ھ میں جب امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا سانحہ ارتحال پیش آیا تو کوفہ کے کچھ منافقوں نے سیدنا حسینؑ کو خط لکھا کہ ”حسینؑ! تجھ کو مبارک ہو معاویہ مر گیا!“ سازش اور فساد کا آغاز یہیں سے ہوتا ہے۔ کوفیوں نے سیدنا حسینؑ کو خطوط لکھے، خلافت پر متمکن ہونے کی دعوت دی اور کہا کہ ہمارا کوئی امام نہیں، میدان خالی ہے۔ پھل پک چکا ہے، آئیے! ہم آپ کو امام مانتے ہیں۔ تاریخ کی روایات میں ہے کہ سیدنا حسینؑ کو بارہ ہزار خطوط لکھے گئے۔ آپ نے حالات کا جائزہ لینے کیلئے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیلؓ کو کوفہ بھیجا۔ پہلے ہزاروں کوفیوں نے ان کی بیعت کی، پھر انہیں بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔ چنانچہ جب سیدنا حسینؑ مقام ثعلبیہ پر پہنچے اور انہیں معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیلؓ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ تو آپ نے جناب مسلم بن عقیلؓ کے بیٹوں سے مشورہ کے بعد یزید سے ملاقات کا فیصلہ کر لیا۔ حضرت مسلم بن عقیلؓ کے بیٹے بھی آپ کے ساتھ تھے اور اسی مقام سے کوفہ کی بجائے شام کا سفر شروع کیا۔ ابن زیاد اور شمر جو مسلم بن عقیلؓ کے قتل میں براہ راست شریک اور ملوث تھے، انہوں نے سمجھ لیا کہ اگر سیدنا حسینؑ یزید کے پاس پہنچ گئے تو اصل سازش عیاں ہو جائے گی اور مفاہمت ہو جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے آپ کا راستہ روکا اور اپنے ہاتھ پر یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا۔ سیدنا حسینؑ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا: ”ابن زیادہ کے ہاتھ پر یزید کی بیعت؟ یہ میری موت کے بعد ہی ممکن ہے۔“ سیدنا حسینؑ کا یہ فیصلہ عین حق تھا اور غیرت حسینؑ کا یہی تقاضا تھا۔ پھر میدان کربلا میں سیدنا حسینؑ نے جو تین شرائط پیش کیں، اُن پر ائمہ اہل سنت اور ائمہ اہل تشیع متفق ہیں اور دونوں طبقوں کی کتابوں میں موجود ہیں۔ جو ”تاریخ ابن کثیر“، ”تاریخ طبری“ اور شیعہ کی مشہور کتاب ”الاشافی“ میں مرقوم و مرتسم ہیں۔ کچھ یوں ہیں۔ ”میری تین باتوں میں سے ایک بات پسند کر لو۔ یا میں اس جگہ لوٹ جاتا ہوں جہاں سے آیا ہوں، یا تم میرے راستے سے ہٹ جاؤ اور مجھے یزید کے پاس جانے دو۔ کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھ دیتا ہوں، وہ میرا عم زاد ہے۔ پھر وہ میرے متعلق خود اپنی رائے قائم کر لے گا۔ یا پھر مجھے مسلمانوں کی سرحدات میں سے کسی سرحد کی طرف روانہ کر دو تو میں وہیں کا باشندہ بن جاؤں گا پھر جو نفع اور آرام وہاں کے لوگوں کو حاصل ہوگا، وہی مجھے بھی مل جائے گا۔ اور جو نقصان اور تکلیف وہاں کے لوگوں کو ہوگی، وہی مجھے بھی پہنچے گی“ (”الاشافی“ ص 71)

یہی وہ تین شرائط ہیں جو اہل سنت کے لیے فیصلے کا معیار ہیں۔ اصل مجرموں کی شناخت کے لیے بھی یہیں سے حقیقی بنیادیں فراہم ہوتی ہیں۔ ان شرائط کے مطالعہ کے بعد کسی قصے، کہانی، افسانے اور تحقیق کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی اور حقائق کھل

کر، ابھر کر اور نکھر کر سامنے آ جاتے ہیں۔

جو لوگ آج آل رسول اور اہل بیت رسول علیہم السلام کی محبتوں کا واسطہ دے کر حق و باطل کے خانہ ساز معرکے اٹھا رہے ہیں اور فرقہ واریت کو ہوا دے رہے ہیں۔ ان کی ساری خرمستیاں، سہائی دولت، اشتہری حیلوں، حکیمی تجربہ اور مختاری چالوں کا مظہر کامل ہیں۔ یہود و مجوس کی ساری تنگ و دو اس نکتہ پر مرکوز ہے کہ تاریخ، ادب، سیاسیات، سماجیات اور اعتقادات کے ہر ہر گوشے میں شرک اور نفاق کے سانچوں میں ڈھلے ہوئے بت کھڑے کر دیئے جائیں۔ میدان جنگ میں عبرتناک شکست اور ذلت آمیز موت سے بچنے کے لیے دو چار ہونے والے اعداء رسول و اعداء اصحاب رسول کے پاس یہی ایک انتقامی حربہ تھا جو پوری قوت سے مسلسل آزمایا گیا اور آزمانے والے وہی تھے کہ فتنہ و سازش اور شرک و نفاق جن کی فطرت و طینت، ضمیر و خمیر، سرشت و خصل اور فکر و نہاد کے اجزاء ترکیبی ہیں۔ جس کا دردناک مظاہرہ شہادت عثمانؓ کی صورت میں ہو چکا تھا۔

”بندگی بو تراب“ کا نعرہ سرزمینِ عجم کو اسی لئے راس اور خوش آیا کہ یہاں صنم پرستی، شاہ پرستی، اور شخصیت پرستی مزاجوں کا حصہ ہو چکی تھی۔ جہاں بندگی طاقت و دولت آئین ہائے کہنہ و نو کے متن واحد کا درجہ رکھتی تھی، ایسی رت میں، ایسے ماحول میں اور ایسے موسم میں خبیثانِ عجم، یہود و مجوس کے لئے سازگاری ہی سازگاری تھی۔ چنانچہ ملتِ ابراہیمی کی عالمگیر وحدت کو پارہ پارہ، اور امتِ محمدیہ کی ابدی شوکت و سطوت کو مجروح و مسخ کرنے کے لئے آل رسول علیہم الرضوان کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا اور کر بلا مقتل گاہ آل رسول بنادی گئی۔ سبط رسول شہید کر دیئے گئے اور انہی کے نام پر ایک نیا دین گھڑا گیا، ایک نیا دھرم متعارف کرایا گیا جس کے پجاری و بیوپاری گزشتہ تیرہ سو سال سے اسلام کے صدر اول میں اپنی جانکاہ ہریموں کا انتقام لے رہے ہیں لیکن یہ دین اسلام ہے کہ خون صحابہؓ اور اسوہ و آثار اصحاب رسول علیہم الرضوان اس ناقابلِ تسخیر قلعہ کی فصیلیں ہو گئی ہیں۔ جب تک دنیا قائم ہے سیدنا حسینؓ کا نام گو بجتا رہے گا اور اسلام کی آبیاری کے لئے جان و مال قربان کرنے والوں (صحابہ کرامؓ) کا نام بھی نابھتاً بندہ رہے گا۔

سانحہ کر بلا کے سلسلے میں اہل سنت کا اجماعی موقف یہ ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو ٹھیک اسی طرح دھوکہ دیا گیا جس طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دھوکہ دے کر شہید کیا گیا۔ اس سانحہ عظیم اور حادثہ فاجعہ کو سمجھنے اور حقیقی سازشی کرداروں سے آگاہی کے لیے شہادت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے محرکات اور اسباب و عوامل کو جانچنا اور مجرموں کو پہچاننا ضروری ہے۔ سیدنا حسینؓ نے اپنے خطبہ میں خود فرمایا کہ ”میرے گروہ کے افراد نے مجھے دھوکہ دیا“، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کوئی دھوکہ بازوں اور منافقوں کی سازش کا شکار ہوئے۔ انہوں نے مکہ سے ثعلبیہ تک کا سفر خلافت کے لیے فرمایا۔ سازش عیاں ہونے پر ثعلبیہ سے کوفہ کی بجائے شام کا رخ اختیار کیا۔ یوں کر بلا کا سفر سفرِ قصاصِ مسلم بن عقیل ہے۔ کر بلا میں آپ نے یہ بھی فرمایا ”میں اصلاح احوال کے لیے آیا ہوں“ پھر تین شرائطِ مفاہمت کی پیشکش ہیں۔ سیدنا حسینؓ نے اگر بیزید کی بیعت نہیں کی تو یہ ان کا اجتہادی حق تھا۔ بحیثیت صحابی رسول وہ اپنے اجتہاد پر قائم رہنے یا اس سے رجوع کرنے کا حق رکھتے تھے کہ مجتہدوں و صورتوں میں ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ چنانچہ مکہ، ثعلبیہ اور کر بلاتیوں مقامات پر جوں جوں صورتحال آپ پر واضح ہوتی گئی، آپ کا اجتہادی موقف بھی بدلتا رہا۔ اور سازشی کردار بھی واضح ہوتے چلے گئے۔ کر بلا میں یقیناً ظلم ہوا۔ اس ظلم میں ملوث سازشی ناقابلِ معافی ہیں۔